کتب الاشباہ والنظائر کا تجزیاتی مطالعہ اور ان کی علمی و عصری اہمیت

ابوالحسن شبیر احمد *
عبدالغفار **

یہ "الاشباہ والنظائر" دو مترادف الفاظ ہیں،" اِشباہ" شبہ کی اور" نظائر" نظیر کی جمع ہے۔ دونوں کے معنی مانند، مشابہ اور ہم مثل کے ہیں۔ جیسا کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: "الفهم الفهم فيما يختلج فى صدرک مما لم يبلغک فى الكتاب أو السنة، اعرف الأمثال والأشباه ثم قس الأمور عند ذالک، فاعمد إلى أحبها عند الله وأشبهها الحق فيما ترى"(۱) (جو مسئلہ تمہیں کتاب و سنت میں نہ ملے اور تمہیں اس کے متعلق خلجان ہو تو اس پر خوب غور و فکر کرو اور اس کے مثل اور مشابہ مسائل دریافت کرو اور ان پر قیاس کرو اور اپنی رائے کے مطابق جس کو اللہ کے ہاں زیادہ پسندیدہ اور حق سے زیادہ مشابہ سمجھو اسی کو اختیار کرو)۔

امام سیوطیؒ (م۹۱۱ھ) اپنی تالیف "الأشباہ والنظائر" کے مقدمہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ قول سے الحاق و تخریج کے عنوان سے دو نتائج اخذ کرتے ہیں کہ الحاق سے مراد یہ کہ کتاب و سنت کی نصوص کے بیان کردہ مسائل پر غور و فکر کرتے ہوئے جدید مسائل سے ان کی مشابہت دریافت کی جائے اور حکم میں دونوں کو جوڑ دیا جائے اور تخریج کا مطلب یہ کہ اگر دونوں میں مشابہت و مماثلت ثابت نہ ہو تو دونوں کا فرق نمایاں کر دیا جائے۔ (۲) اس طرح فقہاء کرام نے اوّل الذکر کے لئے "قیاس" اور ثانی الذکر کے لئے "فروق" کی اصطلاح استعمال کی۔

واضح رہے کہ "الأشباہ والنظائر" کے نام سے تصانیف کا آغاز تو آٹھویں صدی ہجری سے ہوا ہے۔ جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ البتہ الحاق و تخریج یا اشباہ و فروق کی فقہی مباحث کا آغاز عہد صحابہؓ سے ہو چکا تھا اور تابعین فقہاء کی مساعی جمیلہ سے وہ علم کبار ائمہ مجتہدین اور ان کے تلامذہ کی کتب میں جزوی طور پر منتقل ہوا۔ چنانچہ امام ابو یوسفؒ، امام مالکؒ، امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کی کتب فقہیہ میں اشباہ و فروق کی بے شمار مثالیں موجود

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور، پاکستان۔
** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور، پاکستان۔

ہیں(۳)۔

اس کے بعد مسائل کے فروق کو تحریر کرنے اور امثال و نظائر کو قواعد فقہیہ کی صورت میں جمع کرنے کا رجحان پیدا ہوا تو امام محمد بن علی حکیم ترمذی شافعی (م۲۲۵ھ) نے "الفروق فی فروع الشافعیہ" امام ابوالحسن عبداللہ بن حسن کرخی حنفی (م۳۴۰ھ) نے "اِصول الکرخی" (۴) اور امام محمد بن حارث خشنی مالکی (م۳۶۲ھ) نے "اِصول القتیا" کے نام سے کتابیں تصنیف کیں ، اس طرح تیسری اور چوتھی صدی ہجری سے علم الفروق اور علم القواعد الفقہیہ کے موضوعات پر مستقل تصانیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور پھر چاروں مکاتب کے فقہاء نے مسلسل ہر زمانہ میں قواعد فقہیہ، علم الفروق اور علم الاستثناء پر کثیر کتب مرتب کیں، تاآنکہ ساتویں صدی میں علم القواعد پر امام عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام شافعی (م۶۶۰) کی " قواعد الأحکام فی مصالح الأنام" اور علم الفروق پر امام قرافی مالکی (م۶۸۴) کی "اِنوار البروق فی اِنواء الفروق" جیسی معرکۃ الآراء تصانیف معرض وجود میں آئیں۔

جب ان فقہاء نے فقہی قواعد مرتب کرنے اوران کے تحت فروعی امثال و نظائر جمع کرنے اور فروق بیان کرنے میں کئی طرح کے اسالیب اختیار کرلئے، کہیں زیادہ اختصار اور کہیں طوالت سے کام لیا گیا، کہیں قواعد اور فروق کی علیحدگی اور کہیں ان کا اتصال سامنے لایا گیا تو آٹھویں صدی ہجری میں "الأشباہ والنظائر" کے نام سے فقہی امدادی علوم کے اجتماعی مطالعہ کے لئے قواعد و فروق کی کتب کا ایک نیا سلسلہ منصۂ شہود پر آیا، اور وہ کل چھ کتابیں معلوم ہوتی ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) امام صدر الدین محمد بن زین الدین عمر بن المرحل المعروف بابن الوکیل وابن الخطیب، مصری ، الشافعی (م۷۱۶ھ) "الأشباہ والنظائر فی الفروع"

امام ابن الوکیل اپنے عہد کے یگانہ روزگار فقیہ، محدث اور فقہی اشباہ ونظائر کے پہلے مصنف ہیں(۵)۔ امام تاج الدین سبکیؒ اپنی کتاب "الأشباہ والنظائر" کے مقدمہ میں ابن الوکیل کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور ان کی شب بیداری اور طویل محنت کو آسمان فقہ پر ان کی پرواز اور قواعد وفروق کے روشن ستاروں تک رسائی قرار دیتے ہیں(۶)۔

اس کتاب کو ابواب یا دیگر عنوانات کے تحت تقسیم نہیں کیا گیا بلکہ اس میں بغیر کسی ترتیب کے ۵۶ بنیادی قواعد بیان کئے گئے ہیں (۷) اوران میں سے اکثر قواعد بھی مروجہ قواعد کی طرح مرتب شکل میں نہیں ہیں بلکہ ان میں سوالیہ انداز اختیار کیا گیاہے، مثلاً پہلا قاعدہ یہ ہے: "إذا دارفعل النبی ﷺ بین أن یکون جبلیاًوشرعیاً،فهل یحمل علی الجبلی أو علی الشرعی؟فیه خلاف" کہ (۸) کہ "جب رسول اللہ ﷺ

کے ایک عمل میں فطری اور شرعی ہونے کا احتمال ہو تو اسے فطری عادت سمجھا جائے گا یا شرعی حکم؟ تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے"۔

فاضل مصنف نے ہر قاعدہ کے تحت بے شمار نظائر کو اصولی مباحث اور اختلاف ائمہ کے ساتھ واضح کیا اور ہر قاعدہ کے تحت مختلف فصول اور فوائد کے عنوانات قائم کر کے ذیلی قواعد وضوابط اور فقہی تقسیمات کو زیر بحث لاتے ہوئے اصولی اور فروعی فروق بیان کئے ہیں، گویا کہ امام ابن الوکیل نے متاخرین کے اسلوب پر قواعد یا اشباہ کو مرتب نہیں کیا مگر فقہی نظائر کو کسی مشترکہ کلیہ پر جمع کر کے علم الأشباہ کی بنیاد ڈالی ہے۔ البتہ اس کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انہیں اس تصنیف کو ٹھیک طرح سے ترتیب دینے اور مکمل کرنے کا موقع نہیں مل سکا، اس لئے ان کے بھتیجے زین الدین ابن الملقن نے اس پر نظر ثانی کر کے از سر نو مرتب کیا(۹)۔

چنانچہ امام تاج الدین سبکیؒ اپنی تصنیف کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ابن الوکیل کی تصنیف اپنے محاسن کے باوجود بکھرے ہوئے افکار کا مجموعہ ہے کیونکہ مصنف اس کی تکمیل سے قبل وفات پاگئے تھے۔ اس لئے ضرورت یہ تھی کہ ان کی تصنیف پر ابتداء سے انتہاء تک غور وفکر کیا جائے اور اس کی روشنی میں ایک نئی کتاب مرتب کی جائے" (۱۰) اسی طرح حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: "ولصدر الدين كتاب الأشباه من محاسن الكتب إلا أنه لم ينقحه فوقعت فيه أوهام" یعنی "الأشباه والنظائر" ابن الوکیل کی شاندار تصنیف ہے لیکن وہ اسے ٹھیک طرح سے صاف اور مرتب نہیں کر سکے۔ اس لئے اس میں کچھ غلطیاں پائی جاتی ہیں" (۱۱)۔

(۲) امام تاج الدین عبدالوہاب، سبکی، انصاری، الشافعی، م ۷۷۱ھ

"الأشباہ والنظائر"

امام ابن الوکیلؒ کی تصنیف کو سامنے رکھ کر یہ کتاب مرتب کی گئی ہے (۱۲)۔ اس کتاب کے عنوانات درج ذیل ہیں:

(i) القواعد الخمسة (پانچ قواعد کلیہ جن کی فروعات کتب فقہ کے کثیر ابواب میں پھیلی ہوئی ہیں۔

(ii) القواعد العامة (قواعد کلیہ)۔

(iii) القواعد الخاصة (وہ ضوابط جو کتب فقہ کے کسی ایک باب سے متعلق ہوں)۔

(iv) الاصول الكلامية (وہ قواعد فقہیہ جو علم الکلام کے اسلوب پر مرتب ہوئے)۔

(v) المسائل الاصولية (وہ قواعد جو اصول فقہ کی مباحث پر مشتمل ہوں)۔

(vi) الكلمات النحوية (جو قواعد فقہیہ نحوی اسلوب پر وضع کئے گئے)۔

(vii) المآخذ المختلفة (جن قواعد میں فقہاء کا اختلاف ہے)۔

(viii) ألغاز (فقہی معمّے)۔

اس کتاب کے مطالعہ سے اس کی درج ذیل خصوصیات معلوم ہوتی ہیں:

(i) اس میں قواعد کا تجزیاتی مطالعہ پیش کرتے ہوئے قواعد فقہیہ کو اصولی، کلامی اور نحوی قواعد سے علیحدہ کیا گیا ہے اور قواعد اصولیہ کی ہر نوع کو علیحدہ ابواب میں بیان کیا گیا ہے۔

(ii) قواعد فقہیہ کو تین حصوں یعنی قواعد خمسہ، قواعد عامہ (کلیہ) اور قواعد خاصہ (ضوابط) میں تقسیم کر کے ان میں سے قواعد کلیہ کو نمایاں کیا گیا ہے۔

(iii) اس طرح انھوں نے عمومی قواعد خمسہ، ۳۲ قواعد کلیہ اور ۱۶۲ ضوابط بیان کئے گئے ہیں۔

(iv) قواعد کلیہ کے تحت بعض فروعی قواعد بھی درج کئے گئے ہیں۔ تاکہ قواعد کا باہمی ربط قائم ہو اور انہیں یاد رکھنے اور فروعات کو سمجھنے میں سہولیت رہے۔

(v) قواعد و ضوابط کے تحت ان کی فروعات، مستثنیات اور بعض فروق کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

(vi) بعض قواعد کے تحت مختلف فصول میں ان کے متعلقہ کئی پہلوؤں پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ مثلاً معروف قاعدہ "الأمور بمقاصدها" کے ذیل میں نیت کی خصوصیت، شرائط اور موارد وغیرہ پر گفتگو کی گئی ہے (۱۳)۔

(vii) علم القواعد اور علم الفروق کے علاوہ الغاز یعنی فقہی معموں کو بھی ذکر کیا گیا ہے۔

گویا امام سبکیؒ نے امام ابن الوکیل کے منہج پر فقہی قواعد کی توسیع، تحقیق، ترتیب اور ایک سے زیادہ فقہی فنون کو جمع کرنے کا انداز اختیار کر کے علم القواعد اور فروق کو ایک نئے فقہی اور علمی میدان میں لا کھڑا کیا تاکہ قاری تھوڑے وقت میں فقہ کی نظریاتی مباحث آسانی سے سمجھ سکے۔

(۳) امام جمال الدین عبدالرحیم، الِاسنوی، الشافعی، م ۷۷۲ھ "الأشباه والنظائر"

یہ کتاب بھی شافعی فروعات پر مشتمل ہے اور ابواب فقہ کی ترتیب پر لکھی گئی ہے (۱۴)۔ یعنی فقہی قواعد و ضوابط کو فقہی ابواب کی ترتیب پر تحریر کیا گیا ہے۔ امام ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں: "وله الأشباه والنظائر ولم يبيض" (۱۵) یعنی اسنوی نے الاشباہ والنظائر کے نام سے ایک کتاب لکھی مگر اسے صاف کر کے حتمی شکل نہ دے سکے۔ ڈاکٹر جمال الدین عطیہ کے بقول اس میں بہت سی غلطیاں موجود ہیں اور یہ تقریباً پانچ کاپیوں پر مشتمل چھوٹی سی کتاب ہے (۱۶)۔

(۴) امام سراج الدین عمر بن الملقّن الشافعی، اندلسی، م ۸۰۴ھ ''الأشباہ والنظائر فی قواعد الفقہ''

مصنف علیہ الرحمۃ امام تقی الدین سبکی (م۷۵۶ھ)، جمال الدین الِاسنوی اور صلاح الدین العلائی، صاحب القواعد فی الفروع (م۷۶۱ھ) کے شاگرد ہیں، انھوں نے اس میں قواعد کو فقہی ابواب کی ترتیب پر تقسیم کیا ہے جو کہ کتاب الطھارۃ سے کتاب اِحکام الأرقاء تک کے عنوانات اور ذیلی ابواب ہیں، ان میں سے ہر کتاب اور ہر باب کے تحت ان کے قواعد کو امثال اور فروق کی مباحث کے ساتھ منضبط کیا گیا ہے، جن قواعد کا عموم ایک سے زیادہ کتب یا ابواب کے احکام پر مشتمل ہو انھیں ترتیب کے مطابق ابتدائی درجہ کے باب میں درج کر کے ان کی متعلقہ امثال وبحوث کو اسی جگہ جمع کر دیا جاتا ہے، جیسا کہ کتاب الطھارت کا دوسرا قاعدہ ہے: "الكفار مخاطبون بفروع الشريعة" کہ "اسلامی ریاست کے غیر مسلمین کو شریعت کے بعض فروعی احکام کا مامور بنایا جاسکتا ہے" اس کے تحت مؤلف نے طہارت کے ساتھ عبادات، معاشیات، جنایات، تعزیرات اور وقف کے مسائل پر بھی گفتگو کی ہے (۱۷)۔

جہاں پر قواعد کے فہم کے لئے کچھ اشارات وتفصیلات بیان کرنا مقصود ہوں تو مصنف ایسے مواقع پر "فائدہ" کا عنوان قائم کرتے ہیں، جیسا کہ باب شروط البیع اور باب الوقف میں دیکھا جاسکتا ہے (۱۸)، اور اگر کسی باب کے ذیلی قواعد اس باب کی بعض فروع کا احاطہ کرنے سے قاصر ہوں تو "فائدہ" یا "تنبیہ" کے ذیل میں قابل ذکر تفاصیل بیان کی جاتی ہیں (۱۹)، مختصر یہ کہ اشباہ ونظائر کے موضوع پر یہ کتاب ایک جداگانہ اسلوب کی حامل ہے جس میں اختصار کے ساتھ الفاظ اور ترتیب میں آسانی کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔

(۵) امام جلال الدین سیوطی، مصری، م۹۱۱ھ ''الأشباہ والنظائر فی قواعد وفروع فقہ الشافعیہ''

امام سیوطیؒ نے قواعد کی بنیادی فکر، ان کی تقسیم و درجہ بندی اور فقہی علوم کے اجتماع کے اعتبار سے امام سبکیؒ کی پیروی کی ہے۔ البتہ انہوں نے سبکیؒ کے بیان کردہ فنون، قواعد، ضوابط اور فروعات میں انتخاب سے کام لیا ہے اور اس میں عظیم الشان اضافے کرنے کے ساتھ نئی اور بہتر ترتیب قائم کی ہے۔ اس کتاب کے عنوانات درج ذیل ہیں:

(i) قواعد خمسہ

(ii) قواعد کلیہ

(iii) قواعد مختلف فیہ

(iv) اِحکام یکثر دورھا (بکثرت پیش آنے والے احکام کے قواعد)۔

(v) نظائر الابواب (کتب فقہ کے کسی ایک باب سے متعلقہ ضوابط)۔

(vi) ابواب المتشابھۃ وماافترقت بہ (ملتے جلتے مسائل جن کے مابین فرق ہے)۔

(vii) نظائر شتیٰ (جو نظائر فقہ کے کسی ایک باب سے خاص نہیں)۔

اس تصنیف لطیف کی امتیازی خصوصیات یہ ہیں:

(i) اس میں اصولی، کلامی اور نحوی قواعد اور فقہی معموں کو شامل نہیں کیا گیا ہے۔ البتہ قواعد خمسہ، قواعد کلیہ اور ضوابط کے بیان میں امام سبکیؒ کے انداز کو اپنا کر ان کے مواد کی تنقیح کر کے اس پر اضافہ کیا گیا ہے۔ ۴۵ قواعد کلیہ بیان کئے گئے ہیں اور ہر قاعدہ کے تحت بہت سے فروعی قواعد، فروعی مسائل و نظائر، استثناآت اور فروق کو بیان کیا گیا ہے۔

(ii) قواعد خاصہ یعنی ضوابط کو پانچویں باب میں فقہی ابواب کی ترتیب سے لکھا گیا ہے۔ جس میں ہر باب کی اصولی و نظریاتی مباحث کو ضابطہ، قاعدہ اور فائدہ کے مختلف عنوانات کے ذریعے درج کیا گیا ہے۔

(iii) باب سوم میں ۲۰ ایسے اختلافی قواعد لکھے گئے ہیں جن کی فروعات میں شافعی فقہاء کا باہمی اختلاف ہے۔ ان قواعد کے تحت فقہی فروعات کے بارے میں اپنے ائمہ کے اقوال نقل کر کے ترجیح دیئے بغیر بحث کو ختم کر دیا گیا ہے۔

(iv) اس کتاب میں اگرچہ علم الفروق کا مطالعہ مروجہ طریقہ کے مطابق شامل نہیں کیا گیا۔ البتہ اس کے چوتھے باب میں انفرادی و اجتماعی زندگی کے بعض سماجی پہلوؤں اور مخصوص نظاموں کے احکام کا مطالعہ نظریاتی اور اصولی اندازِ فکر کے تحت پیش کیا گیا ہے جس کے ذریعے اسلامی احکام کی ہمہ گیری، وسعت و حریت اور اصول پسندی واضح ہونے کے ساتھ اسلام کا صحیح فہم اُجاگر ہوتا ہے۔ اس باب میں منصف نے ۳۹ موضوعات پر نہایت دلچسپ گفتگو کی ہے۔ اس کے علاوہ باب ششم میں بعض قریبی تعلق رکھنے والے مسائل کے فروق کو بیان کیا گیا ہے۔ ان دونوں ابواب کا مطالعہ اس کتاب میں علم الاشباہ والنظائر کے تحت پہلی بار درج کیا گیا ہے ، جس میں علم الفروق کے ساتھ الجمع والفرق اور النظریۃ الفقہیۃ بھی زیر بحث آئے ہیں اور اس کے علاوہ پوری کتاب میں متفرق طور پر بھی فروق بیان کئے گئے ہیں۔

(v) مصنف نے اکثر قواعد کو قرآن وسنت اور اقوال سلف سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً ایک قاعدہ ہے: "الأصل فى الأشياء الإباحة حتى يدل الدليل على التحريم" کہ (بنیادی طور پر تمام اشیاء میں اباحت و جواز ہے یہاں تک کہ کسی دلیل سے ان کی حرمت ثابت ہو جائے)۔ اس قاعدہ کو درج ذیل حدیث سے ثابت

کیا گیا ہے۔''الحلال ما أحل الله فی کتابه والحرام ما حرم الله فی کتابه وما سکت عنه فهو مما عفا عنه'' کہ (حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغام میں حلال قرار دیا ہو اور حرام وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرامین میں حرام قرار دیا ہو اور جو باتیں اللہ تعالیٰ نے بیان نہیں کیں انہیں معاف کر دیا ہے)۔امام سیوطیؒ نے یہ حدیث جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، طبرانی اور بزار کے حوالے سے کئی طرق کے ساتھ بیان کی ہے(۲۰)۔

(vi) مؤلف نے تمام اصول وفروع کو مذہب شافعیہ کے مطابق ذکر کیا ہے۔ غرضیکہ یہ کتاب علم القواعد اور علم الاشباہ والنظائر کی نہایت ہی بلند پایہ تصیف ہے۔اس کے ہر باب میں بہت سے قواعد، فروق اور استثناآت کو جمع کیا گیا ہے۔اس کے ذریعے سے امام سیوطیؒ نے امام ابن الوکیلؒ اور امام سبکیؒ کے اندازِ فکر کو آگے بڑھایا اور فقہی علوم کے اجتماعی مطالعہ کو وسعت دی۔

(۲) امام زین الدین بن ابراہیم بن نجیم المصری الحنفی، م ۹۷۰ھ ''الأشباہ والنظائر''

تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ تدوین قواعد وفروق کی بنیاد فقہاء احناف اور بالخصوص امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج احناف کی کتب فقہ میں سینکڑوں قواعد وضوابط موجود ہیں(۲۱)۔امام ابن نجیم بھی اس حقیقت کا ادراک رکھتے تھے۔اس لئے جب انہوں نے یہ دیکھا کہ شافعی فقہاء نے بڑی جانفشانی سے علم الاشباہ والنظائر کے عنوان سے قواعد کی تخریج، توسیع اور ترتیب جدید کا کارنامہ انجام دیا ہے تو انہوں نے یہ ضرورت محسوس کی کہ شوافع کے اسلوب میں زیادہ شائستگی اور جامعیت پیدا کرتے ہوئے فقہ حنفیہ کے مطابق ایک کتاب مرتب کی جائے۔اس لئے وہ اپنی اس تالیف کے مقدمہ میں وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:''إن المشائخ الکرام قد ألفوا مابين مختصر ومطول من متون و شروح وفتاوی واجتهدوا فی المذهب والفتوی وحرروا ونقحوا، شکر الله سعيهم، إلا أنی لم أرلهم کتاباً يحکی کتاب الشيخ تاج الدين السبکی الشافعی مشتملا علی فنون فی الفقه''(۲۲)۔(حنفی مشائخ کرام کی فقہی کاوشوں کو اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت سے نوازا ہے، انہوں نے اپنے مذہبی اصول وفروع کی روشنی میں اجتہاد کیا، کتابیں لکھیں اور فقہی مواد میں شائستگی پیدا کی، جس کے باعث احناف کے پاس متون، شروحات اور فتاوٰی کی شکل میں فقہی تالیفات کا اہم ذخیرہ جمع ہو گیا ہے۔ لیکن ان کے پاس امام تاج الدین سبکی شافعی کی تصنیف کے اسلوب پر کوئی کتاب نہیں ہے۔ جس میں فقہی فنون کا اجتماعی مطالعہ پیش کیا گیا ہو)۔اسی مقصد کے تحت امام ابن نجیم نے اس کتاب میں علم الأشباہ کے عمومی اندازِ فکر، تقسیم اور درجہ بندی کے لحاظ سے امام سبکی اور سیوطی کے طرز وطریق

کو اپنایا۔ مگر کتاب کے مندرجات میں انتخاب، تلخیص، تنقیح اور اضافہ کے ذریعے نہایت بلیغ اور جدید ترتیب کو ملحوظ رکھا۔اس کتاب کے عنوانات یہ ہیں:

(i) قواعد کلیہ۔

(ii) فوائد (یعنی فقہی ضوابط جو فقہی کتب کے ایک باب سے تعلق رکھتے ہوں)۔

(iii) الجمع والفرق (ملتے جلتے مسائل کو ایک عنوان کے تحت جمع کر کے ان کے اشتراک اور فرق کا مطالعہ کرنا۔ اسی علم نے آگے چل کر علم النظریۃالفقیہ کی شکل اختیار کی (۲۳)۔

(iv) الألغاز (فقہی معمے)۔

(v) الحیل (جن مسائل میں تنگی محسوس ہو رہی ہو ان میں شرعی حکمت کے تحت حیلہ اختیار کرنا)۔

(vi) الفروق۔

(vii) الحکایات والمرسلات (فقہی واقعات اور خطوط)۔

مذکورہ بالا کتب خمسہ اور زیر بحث کتاب کے تقابلی مطالعہ کی روشنی میں اس کی یہ خصوصیات سامنے آتی ہیں:

i۔اس کتاب کے باب اوّل میں قواعد کلیہ اور باب سوم میں علم الجمع والفرق کا مطالعہ امام سیوطی کی ترتیب پر پیش کیا گیا ہے اور باقی ابواب میں اپنا خاص طرزِ تحریر اپنایا گیا ہے۔

ii۔ہر باب کی نظائر حنفی کتب فقہ اور کتب فتاویٰ سے تلاش کر کے تحریر کی گئی ہیں۔ البتہ جہاں کتب حنفیّہ سے امثلہ نہیں مل سکیں تو امام سبکیؒ اور سیوطیؒ کی تحریر کردہ فروعات کو مذہب حنفیّہ کے مطابق درج کر دیا گیا ہے۔

iii۔ قواعد کلیہ کے فن میں امام سیوطیؒ کے ۴۵ قواعد میں سے ۲۵ اساسی قواعد کا چناؤ کیا گیا ہے۔ جن کے تحت فرعی قواعد اور ہر قاعدہ کے تحت فقہی نظائر، استثناآت اور فروق درج کئے گئے ہیں۔

iv۔بعض مقامات پر امام ابن نجیمؒ نے نئے قواعد کا اضافہ کیا ہے۔ مثلاً کتاب کے آغاز میں امام سبکیؒ اور سیوطیؒ کے بیان کردہ قواعد خمسہ کے ساتھ انہوں نے حنفی اسلوب فکر کی ترجمانی کرتے ہوئے چھٹے قاعدہ ''لاثواب إلا بالنیۃ'' کا اضافہ کیا ہے۔

v۔ابن نجیمؒ عموماً قواعد کو امام سیوطیؒ کے الفاظ میں تحریر کرتے ہیں مگر بعض جگہوں پر انہوں نے قواعد کے الفاظ میں مناسب تبدیلی بھی کی ہے، مثلاً امام سیوطیؒ نے ایک قاعدہ بیان کیا ہے: ''الأصل فی کل حادث تقدیرہ بأقرب زمن'' (۲۴)۔ابن نجیمؒ نے اس کو مندرجہ ذیل الفاظ میں تحریر کیا ہے: ''الأصل إضافة الحادث

إلى أقرب أوقاته'' (۲۵) (یعنی شرعی مسائل میں نئے پیدا ہونے والے معاملہ کو گذشتہ قریب کے زمانہ تک محدود سمجھا جائے گا)۔امام ابن نجیمؒ نے امام سیوطیؒ کا حوالہ دیئے بغیر بعض اوقات ''قال الشافعیہ'' اور ''فرع الشافعیہ'' (۲٦) اور کبھی ''قال السیوطی'' کے الفاظ بھی استعمال کئے ہیں (۲۷)۔

vi۔مؤلف نے کئی مقامات پر امام سیوطیؒ کے فہم اور ان کے اجتہاد پر تنقید کرکے احناف کی رائے کو ترجیح دی ہے (۲۸)۔

vii۔ابن نجیمؒ کبھی سیوطیؒ کی پیروی میں قواعد کو مآخذ فقہ سے ثابت کرتے ہیں (۲۹) اور اس کے ساتھ ان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ قواعد کے لئے فقہ حنفیہ سے استشہاد کریں۔اس کے لئے اگر انہیں حنفی کتب میں سے وہ قاعدہ کسی بھی ابتدائی صورت میں مل جائے تو اس کا حوالہ دیتے ہیں جیسا کہ ایک قاعدہ ہے: ''إذا تعارض مفسدتان روعی أعظمهما ضرراً بإرتكاب أخفهما'' (جب انسان دو مصیبتوں میں سے کسی ایک کو اپنانے پر مجبور ہو تو بڑے نقصان سے بچتے ہوئے کم درجہ کے نقصان کو اختیار کرے) ابن نجیم نے اس قاعدہ کو امام زیلعی، شارح کنزالدقائق، کے حوالے سے پیش کیا ہے (۳۰)۔اور اگر انہیں حنفی کتب سے وہ قاعدہ نہ ملے تو وہ اس قاعدہ کی مناسبت سے حنفی کتب میں سے فقہی فروعات و نظائر لاکر یہ واضح کردیتے ہیں کہ احناف نے اپنے اجتہادات میں ان تمام اصولوں کی خوب رعایت ملحوظ رکھی ہے۔اور اگر انہیں اصولی اور فروعی ہر دو اعتبار سے فقہ حنفی میں سے مواد نہ ملے تو امام سیوطیؒ کے ذکر کردہ جو قواعد و نظائر انہیں فقہی نقطۂ نگاہ سے اہم معلوم ہوں انہیں درج کردیتے ہیں۔

مثلاً فن اوّل کی نوع ثانی میں تیسرے قاعدہ کے متعلق وہ لکھتے ہیں: ''القاعدة الثالثة، لم أرها الآن لأصحابنا رحمهم الله وأرجوا من كرم الفتاح أن يفتح بها أو بشيء من مسائلها'' (تیسرا وہ قاعدہ ہے جو ابھی تک مجھے اپنے مذہب کی کتب میں نہیں مل سکا، اور میں اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں سے پُراُمید ہوں کہ وہ اس قاعدہ کے فہم اور اس کی فروعات جمع کرنے میں میری مدد فرمائیں گے)۔اس کے بعد امام سیوطیؒ کا بیان کردہ قاعدہ تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''قال الشافعية: الإيثار في القرب مكروه وفي غيرها محبوب'' کہ (شوافع نے کہا ہے: عبادات میں اپنا حق دوسروں پر قربان کرنا مکروہ ہے اور اس کے علاوہ باقی چیزوں میں اپنا حق قربان کرنا مستحسن ہے)۔اس کے بعد انھوں نے امام سیوطیؒ کی بیان کردہ نظائر ہی تحریر کی ہیں اور آخر میں ''منية المفتی'' سے صرف ایک قول کا اضافہ کرکے یہ بحث ختم کردی ہے (۳۱)۔

viii۔کتاب کے دوسرے باب "الفوئد" میں مصنف علیہ الرحمۃ نے امام سیوطیؒ کے اسلوب کو نہیں اپنایا۔اس کے لئے انہوں نے مقدمہ کتاب میں یہ وضاحت کردی ہے کہ "انہوں نے اس سے پہلے ایک کتابچہ " الفوائد الزینیۃ" کے نام سے تحریر کیا تھا۔اسے اس کے دوسرے باب میں درج کرنا ہے جس میں پانچ سو ضوابط بیان کئے گئے ہیں اور اسے فقہی ابواب کی ترتیب پر لکھا گیا ہے" (۳۲)۔

ix۔فاضل مؤلف نے باب ثالث کو "الجمع والفرق" کا نام دیا ہے جس میں انہوں نے امام سیوطی کی تصنیف کے دو ابواب (چوتھا اور چھٹا) کی مباحث کو مذہب حنفی سے مطابقت دے کر یکجا کر دیا ہے۔اس لئے یہ باب دو قسم کی مباحث پر مشتمل ہے۔ان میں سے پہلی بحث میں سیوطیؒ کے ۳۹ عنوانات میں سے ابن نجیمؒ نے ۳۱ عنوانات کا انتخاب کیا ہے (۳۳)۔اسی طرح سیوطیؒ نے دوسری بحث میں ۴۳ عنوان دیئے تھے اور مصنف نے ان میں سے ۳۱ عنوان چنے ہیں۔اس کے علاوہ انہوں نے اس فن کے آخر میں ۲ قواعد اور ۲۲ فوائد کا اضافہ بھی کیا ہے۔

x۔امام ابن نجیم نے باب ششم میں علم الفروق کو بیان کیا ہے۔جو کہ علم الاشباہ کی فنی تکمیل کا مظہر ہے اور ابواب فقہ کی ترتیب پر ہے۔لیکن وہ اس مبحث کو مکمل نہ کرسکے۔کتاب العتاق تک لکھا تھا کہ ان کی وفات ہو گئی اور اس کے بعد ان کے بھائی شیخ عمر بن نجیم نے اس کا تتمہ لکھا جو کہ اس تصنیف میں شامل کر دیا گیا ہے (۳۴)۔

xi۔اس کے علاوہ انہوں نے امام سبکیؒ کی پیروی میں فقہی معموں اور فقہی حیل کو فقہی کتابوں کے ابواب کی ترتیب پر درج کیا ہے اور آخری باب میں فقہی حکایات و مراسلات تحریر کئے ہیں۔

بہر حال فقہ حنفیہ کی یہ اہم تصنیف علم الاشباہ کی نہایت جامع اور مکمل تصویر ہے۔اس کے تمام ابواب میں قواعد، استثناآت اور فروق کی مباحث پھیلی ہوئی ہیں۔اس کی ترتیب میں امام سبکیؒ اور امام سیوطیؒ کے اسلوب بیان میں ماہرانہ طور پر جدت پیدا کی گئی ہے۔ابن نجیمؒ کی سعی بلیغ سے احناف و شوافع کا قواعد و ضوابط میں یہ اشتراک دیکھ کر جملہ مذاہب فقہیہ کے مابین اساسی، فکری، ہم آہنگی اور یک رنگی ثابت ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ فقہی مذاہب کے مجتہدین تمام بنیادی شرعی قواعد سے اچھی طرح آگاہ تھے اور انہوں نے اپنے اجتہادات میں انہیں قواعد کو ملحوظ رکھا۔البتہ ان کے مابین قواعد کی تعبیر، ترجیح، قواعد کے مستثنیات اور فروق میں فروعی اختلاف ہے۔

(۷) امام شہاب الدین احمد بن محمد الحموی، المصری، الحنفی، (م ۱۰۹۸ھ) ''غمز عیون البصائر شرح الأشباہ والنظائر لابن نجیم''

یہ ابن نجیم کی الاشباہ والنظائر کی بہت اہم اور ضخیم شرح ہے جو کہ بہت سے فنی فوائد، نظائر اور توضیحات پر مشتمل ہے۔اسی طرح درج ذیل شروح یا حواشی بھی قابل ذکر ہیں:

شیخ مصطفیٰ خیر الدین، المعروف بجلب مصلح الدین۔

''تنویر الأذهان والضمائر شرح الأشباه والنظائر لابن نجیم'' (۳۵)۔

شیخ محمد علی الرافعی الطرابلسی

''حاشية على الاشباه والنظائر لابن نجیم'' (۳۶)۔

شیخ خیر الدین رملی، م ۱۰۸۱ھ۔

''نزهةالخواطر على الاشباه والنظائر لابن نجیم'' (۳۷)۔

(۸) ڈاکٹر مصطفیٰ احمد زرقا، سابق استاذ القانون المدنی والشریعۃ الاسلامیۃ، جامعہ دمشق، م ۱۴۲۰ھ (۱۹۹۹ء) ''المدخل الفقھی العام''

یہ کتاب اگرچہ علم الاشباہ والنظائر کی مستقل تصنیف نہیں ہے مگر فن اشباہ ونظائر کی بے شمار خصوصیات کی حامل ہے اور فقہی فنون کا اجتماعی مطالعہ پیش کرتی ہے۔مؤلف نے اس کتاب کو تین حصّوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر حصّہ کو قسم کا نام دیا ہے۔قسم اوّل میں فقہ اسلام کی تعریف، تاریخ اور مآخذ فقہ یعنی کتاب، سنت، اجماع، قیاس، استصلاح، استحسان اور عرف کو بیان کیا گیا ہے۔ قسم دوم (النظریات الفقھیۃ) فقہ کے اساسی نظریات پر مشتمل ہے جس میں سماجی حقوق کے نظریاتی مضامین یعنی ملکیت، عقود، عقوبات، بطلان، فساد، اہلیت، ولایت اور عرف میں سے ہر ایک کے اسلامی نظریہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ اس سے اسلامی مآخذ (اصول فقہ، قواعد، ضوابط، استثناء اور فروق) کی روشنی میں اسلامی احکام کے اسباب، شرائط، خصائص اور بنیادی محرکات و مقاصد واضح ہو جاتے ہیں۔اس طرح کتاب کے اس حصّہ میں اشباہ ونظائر کے فن جمع وفرق کی تمام قانونی مباحث جمع کر دی گئی ہیں جس سے اسلام کی معاشرتی مساوات، آزادی، ہمہ گیری اور وسعت ظاہر ہوتی ہے۔

کتاب کی قسم سوم قواعد کلیہ کے لئے مخصوص کی گئی ہے۔جس میں مجلۃ الاحکام العدلیہ کے ۹۹ قواعد کو امام ابن الوکیلؒ اور سبکیؒ کے قائم کردہ اسلوب پر قواعد اساسیہ اور قواعد فرعیہ میں تقسیم کرکے ضروری تشریحات، نظائر وامثال، فروق اور استثناآت کے ساتھ نہایت مختصر اور احسن طریقے سے تحریر کیا گیا ہے۔جو

قواعد کسی خاص موضوع سے متعلق ہیں، مثلاً قضائی اور اثباتی قواعد، انہیں الگ کر کے پوری تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ مصطفیٰ زرقاء کے نزدیک ۹۹ قواعد میں سے ۴۰ قواعد اساسیہ اور ۵۹ قواعد فرعیہ اہم ہیں۔ آخر میں شیخ نے ۳۱ قواعد کلیہ کا اضافہ کر کے مجموعی طور پر ۱۳۰ قواعد کلیہ کا شاندار انتخاب پیش کر دیا ہے (۳۸)۔ جہاں تک علم الفروق اور علم الاستثناء کا تعلق ہے۔ ان کا وہ حصّہ جو قانونی اور معاشرتی زندگی سے تعلق رکھتا ہے وہ بھی قواعد اور اساسی نظریات کی مباحث میں جا بجا پھیلا ہوا ہے۔ اس طرح مؤلف نے علم الاشباہ والنظائر کی تقریباً تمام خصوصیات کا نہایت بہتر اسلوب پر احاطہ کر لیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہ سابقہ کتب میں مسلکی رجحان غالب تھا۔ مصطفیٰ زرقاء نے اس کی بجائے فقہ اسلام کی مجموعی اہمیت و ضرورت کو اُجاگر کر کے اتحاد بین المسلمین کی فضا پیدا کی ہے جو وقت کا اہم تقاضا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اشباہ و نظائر کے عنوان سے فقہی مساعدی علوم کا مطالعہ ارتقائی طور پر وسعت اختیار کرتا گیا، ابتداء میں قواعد یا فروق کی انفرادی کتب مختلف صورتوں میں تیار کی گئیں، جن میں سے بعض کتب ابواب فقہ کی ترتیب پر، بعض میں درجہ بندی کے اعتبار سے اور بعض کتب میں الف بائی طریقے سے قواعد اور ان کی فروعات کا احاطہ کیا گیا۔ اس کے بعد کتب الاشباہ والنظائر معرض وجود میں آئیں۔ ان میں قواعد کلیہ، ضوابط، نظائر، استثناآت، فروق، جمع و فرق، نظریہ فقہیہ، حیل اور فقہی معموں کو جمع کیا گیا جن میں سے چار علوم کو اساسی اہمیت حاصل ہے، اس لئے اب یہ کہا جاسکتا ہے کہ علم الأشباہ والنظائر وہ علم ہے جس میں فقہی امدادی علوم اربعہ یعنی قواعد فقہیہ، فروق، جمع و فرق اور نظریہ فقہیہ کے ذریعے مسائل کی مماثلت، مفارقت اور مقاربت کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

تاریخی حوالے سے اس میں پہلے شوافع اور پھر احناف نے شرکت کی، آٹھویں سے دسویں صدی ہجری تک یہ کام ہوتا رہا۔ اس میں چار فقہاء نے زیادہ اہم خدمات انجام دیں۔ حُسن اتفاق سے چاروں فقہاء کا تعلق سر زمین مصر سے ہے۔ ابن الوکیلؒ نے اس کی بنیاد رکھی، سبکیؒ نے اسے مرتب کیا، سیوطیؒ نے اس کی ترتیب کو بہتر کرنے کے ساتھ اس کے شایانِ شاں اضافہ کیا اور ابن نجیمؒ اس کے لئے کونے کا آخری اور تکمیلی پتھر ثابت ہوئے اور عصر حاضر میں ڈاکٹر مصطفیٰ زرقاء نے اس علم کو قانونی شکل میں اُجاگر کر کے جدید تقاضوں کو پورا کیا۔

خلاصۂ بحث

کتب الأشباہ والنظائر میں بالترتیب پانچ اجتہادی عوامل کا ایک جامع نقشہ موجود ہے:

۱۔ علم القواعد میں ہر قاعدے کے ساتھ اس کی بہت سی فروعات موجود ہیں جنہیں قواعد کی نظائر کہا جاتا ہے۔

۲۔ انہیں قواعد کے تحت وہ مسائل بھی لکھے جاتے ہیں جن پر وہ قواعد اثر انداز نہیں ہوسکتے۔ جنہیں استثنائی یا استحسانی نظائر کہا جاسکتا ہے۔

۳۔ علم الفروق میں ان مسائل کا مطالعہ کیا جاتا ہے جو ایک وقت میں ایک سے زیادہ متضاد تمثیلات کے حامل ہوتے ہیں۔ان میں زیادہ گہری مماثلت اور قربت کو دلائل کے ساتھ ترجیح دی جاتی ہے اور اس کے علاوہ ظاہری مشابہت رکھنے والے مسائل کے مابین فرق بیان کیا جاتا ہے۔

۴۔ چوتھے درجے میں فن جمع وفرق اور نظریہ فقہیہ کے مسائل ہیں جو ہر زمانے کے نئے تقاضوں کے پیش نظر زیادہ وسیع اور جامع مفاہیم، موضوعات اور جدید نظریات کے تحت گہری قربت اور فطری تعلق کی بنیاد پر جمع کئے جاتے ہیں۔ پچھلے تینوں مدارج میں نظائر کی انفرادی حیثیت تھی مگر اس چوتھے درجے میں اکثر زندگی کا اجتماعی پہلو کار فرما ہوتا ہے۔ مثلاً اسلام کے سیاسی، معاشی، معاہداتی نظریات اور نظاموں کا جامع مطالعہ۔

۵۔ بعض کتب اشباہ میں چار شعبی علوم کے علاوہ فقہی معموں، حیل اور فقہی حکایات و مراسلات پر بھی گفتگو کی گئی ہے۔

الاشباہ والنظائر کا یہ فن فقہی طلباء و علماء کو ہر طرح کے نئے مسائل کے حل کرنے کا ایک جدید فارمولا پانچ مراحل یا اسالیب کی صورت میں پیش کرتا ہے۔ جس کا طریق کار یہ کہ ہر مسئلہ پہلے قواعد کے تحت لاکر دیکھا جائے کہ اگر وہ کسی قاعدہ سے منطبق ہوجائے تو اصول فقہ کے مطابق اس کا قیاس یا استصلاحی حل تلاش کیا جائے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو استثنائی صورت پر غور کرکے استحسان کے تحت لایا جائے ورنہ بصورت دیگر فروق کے طریقۂ کار کے مطابق اسے ہم جنس اور غیر ہم جنس نظائر کے مابین رکھ کر پرکھا جائے۔اب اگر وہ مسئلہ کسی جامع موضوع سے مناسبت رکھتا ہو تو اسے اپنے کسی فطری مقام پر بھی لایا جاسکتا ہے اور اگر وہ مذکورہ چاروں دائروں میں منطبق نہ ہوسکے تو اس کے لئے حکیمانہ حل تلاش کرکے پانچویں دائرہ میں رکھا جاسکتا ہے، وما توفيقى إلا بالله عليه توكلتُ وإليه أنيب۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) یہ عبارت اس خط کا حصّہ ہے جو حضرت عمر نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھا تھا۔ دار قطنی، علی بن عمر، السنن مع التعلیق المغنی، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، تاریخ طبع ندارد، ۲۰۶/۴؛ ابن قیم، اعلام الموقعین، مکتبہ ابن قیم، قاہرہ، تاریخ طبع ندارد، ۷۶/۱۔

(۲) امام سیوطیؒ، الاشباہ والنظائر، مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۹۰۹ء، ص۶۔

(۳) شبیر احمد (ابوالحسن)، علم الاشباہ والنظائر، اس کا ارتقاء اور موجودہ قانونی فکر پر اس کا اثر، تحقیقی مقالہ ایم فل، سیشن ۱۹۹۹ء۔۲۰۰۱ء، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور، ص ۱۱۵۔۱۲۰۔

(۴) اس کتاب کو علم القواعد کی اوّلین تصنیف ہونے کا اعزاز حاصل ہے جس میں فقہ حنفیّہ کے مطابق قواعد و ضوابط بیان کیئے گئے ہیں۔ مگر اس میں امثلہ شامل نہیں تھیں۔ اس لئے امام نجیم الدین ابوحفص عمر بن احمد نسفی (م ۵۳۷ھ) نے ہر قاعدہ کے تحت مثالیں جمع کر کے اس کی تشریح کی ہے۔

(۵) جمال الدین بردی، اتابکی (م ۸۷۳ھ) ابن الوکیل کے متعلق لکھتے ہیں: ''وہ اپنے زمانہ کے یگانہ روزگار اور بے مثال عالم تھے، حیرت انگیز حد تک قوت حافظہ اور ذہانت کے مالک تھے، اشباہ ونظائر پر آپ سے پہلے کسی نے تصنیف مرتب نہیں کی، آپ خوبرو اور علمی مجالس کی زینت تھے''، (جمال الدین، بردی، النجوم الزاہرۃ، وزارۃ الثقافہ، مصر، تاریخ ندارد، ۲۳۳/۹)۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: ''امام تقی الدین سبکیؒ ان کی خوب تعریف و توصیف بیان کرتے تھے اور انہیں اپنے زمانہ کی بلند پایہ شخصیت قرار دیتے تھے'' (عسقلانی، ابن حجر، الدرر الکامنۃ، مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، ہند، طبع دوم، ۱۹۷۲ء، ۳۷۸/۵)۔

(۶) امام سبکی، عبدالوہاب، تاج الدین، الاشباہ والنظائر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، طبع اوّل، ۱۹۹۱ء، ۷/۱۔

۷۔ اس کے برعکس شیخ احمد بن عبداللہ لکھتے ہیں: "والکتاب اشتمل علی سبع وعشرین قاعدۃً" (احمد بن عبداللہ بن حمید، مقدمۃ تحقیق للقواعد للمقری محمّد بن احمد مالکی، مرکز احیاء، تراث الاسلامی، مکۃ المکرمۃ، تاریخ ندارد، ۱۳۴/۱)۔

۸۔ ابن الوکیل، الاشباہ والنظائرفی فقہ الشافعیۃ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، ۲۰۰۲، ص ۱۳۔

(۹) ابن الملقن، الاشباہ والنظائر فی قواعد الفقہ، دار ابن القیم، ریاض، طبع اول، ا، ۲۰۱۰ / ۷۹۔

(۱۰) سبکی، الاشباہ والنظائر، ۷/۱ ۔

(۱۱) ابن حجر، الدررالکامنة ، ۱۱۶/۴۔

(۱۲) سبکی، الاشباہ والنظائر، ۷/۱۔

(۱۳) ایضاً، ص۵۶۔ ۹۴

(۱۴) عطیہ، جمال الدین، ڈاکٹر، التنظیر الفقهیة، اردو ترجمہ: فقہ اسلامی کی نظریہ سازی، مترجمہ، قاسمی، عتیق احمد، مولانا، الفیصل ناشران کتب، لاہور، تاریخ طبع ندارد، ص۵۸۔

(۱۵) ابن حجر، الدرر الکامنة۔ ۳۵۴/۲۔

(۱۶) ڈاکٹر جمال الدین عطیہ نے ڈاکٹر السعدی کے حوالے سے مزید یہ بھی لکھا ہے کہ یہ کتاب نہ مخطوطات میں مل سکی اور نہ مطبوعات میں (فقہ اسلامی کی نظریہ سازی، ص۵۸)۔

(۱۷) ابن الملقن، الاشباہ والنظائرفی قواعد الفقه، ۸۴/۱۔۔۔۸۹۔

(۱۸) ایضاً، ۳۴۴/۱؛ ۴۳/۲۔

(۱۹) ایضاً، ۳۸۳/۱، ۳۶۸، ۳۶۳؛ ۳۹/۲

(۲۰) سیوطی، الاشباہ والنظائر، ص۶۰۔

(۲۱) فقیہ علی احمد ندوی کی تحقیق کے مطابق امام سرخسی کی المبسوط میں تقریباً ایک ہزار قواعد، ان کی شرح سیر کبیر میں ۲۰۰، امام مرغینانی کی ہدایۃ میں ۴۰۰ اور امام حصیری کی الوجیز اور التحریر میں تقریباً ۴۰۰ قواعد موجود ہیں ،ندوی، علی احمد، القواعد والضوابط من التحریر للامام حصیری، مطبعہ المدنی المؤسسۃ سعودیۃ، قاہرہ، طبع اول، ۱۴۱۱ھ، ۱۱۲/۱۔

(۲۲) ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ۲۹/۱۔۳۱۔

(۲۳) شبیر احمد، علم الاشباہ والنظائر، اس کا ارتقاء اور موجودہ قانونی فکر پر اس کا اثر، ص۲۵--۳۰۔

(۲۴) سیوطی، الاشباہ والنظائر، ص۵۹۔

(۲۵) ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ۲۱۷/۱۔

(۲۶) ایضاً، ۲۷۸/۱۔ ۳۶۰۔

(۲۷) ایضاً، ۳۶۰/۱۔

(۲۸) مثلاً انہوں نے پہلے قاعدہ کلیہ ''لأثواب إلا بالنية'' کا اضافہ کرکے معروف قاعدہ ''الأمور بمقاصدها'' کے فہم کو واضح کیا ہے۔ اس طرح قاعدہ ''الاصل فی الکلام الحقیقة'' کے تحت لکھتے ہیں: ''منها النكاح للوطی وعلیه حمل قوله تعالی: ولا تنكحوا مانكح آبائكم من النساء ، فحرمت مزنية الأب

کحليلته" (ایضاً، ۲۳۰/۱)۔

(۲۹) مثلاً قاعدہ: "اليقين لا يزول بالشک" کو صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت کیا ہے (ایضاً، ۱۹۴/۱)۔

(۳۰) ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ۲۸۶/۱۔

(۳۱) ایضاً، ۳۵۸/۱۔

(۳۲) ایضاً، ۳۲/۱، ۳۱۔

(۳۳) وہ عنوانات یہ ہیں: "اِحکام ناسی، جاھل، مکرہ، صبیان، سکران، عبید، اعمی؛ اِحکام اربعہ، اِسقاط، نائم، معتوہ، مجنون، خنثی، اِنثی، ذمی، جان، محارم، غیوبۃ حفشہ، عقود، فسوخ، کتابۃ، اِشارہ، ملک، قرض، اِجرۃ"۔

(۳۴) چنانچہ اس مقام پر یہ تحریر موجود ہے: "تتمة من الأشباه والنظائر لمو لانا العلامة شيخ زين العابدين بن إبراهيم بن نجيم وصل فيه إلى كتاب العتق ولم يكمل الفن إلى آخر كتب الفقه كى فعل فى الفنون المتقدمة فكمله أخوه العلامة الشيخ عمر بن نجيم" (ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ۳۲۵/۴) یعنی (امام زین الدین ابن نجیم اس فن کو آخر تک مکمل نہ کر سکے بلکہ وہ "کتاب العتق" تک ہی پہنچے تھے کہ کوچ کا نقارہ بج گیا، چنانچہ ان کے بھائی عمر بن نجیم نے اسے مکمل کیا) واضح رہے کہ اس عبارت میں زین الدین کی بجائے زین العابدین لکھا گیا ہے۔ غالباً یہ کاتب کی غلطی ہے۔

(۳۵) حاجی خلیفہ، کشف الظنون، نور محمد اصح المطابع، کراچی، تاریخ طبع ندارد، ۹۹/۱۔

(۳۶) رافعی، محمد علی، شیخ، حاشیۃ الاشباہ والنظائر لابن نجیم، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، تاریخ طبع ندارد، ص ۱۳۲۔

(۳۷) کحالہ، عمر رضا، معجم المؤلفین، احیاء التراث العربی، بیروت، تاریخ ندارد، ۱۳۲/۴۔

(۳۸) مصطفیٰ احمد زرقاء، المدخل الفقھی العام، دار القلم، دمشق، طبع اول، ۱۹۹۸ء، ۲/ ۹۷۷ــــ۱۰۹۱۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆